OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الاسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

عالمی منشور برائے انسانی حقوق میں عورت کو دیئے گئے حقوق کا اسلام کے خاندانی نظام سے تقابلی جائزہ

A comparative study of the rights of women in Universal Declaration of Human right with the Islamic Family system

Dr. Burhan Ud Din
Assistant Professor, Department of Islamic studies,
Government Postgraduate Jahanzeb college Saidu Sharif Swat
Email: burhanuddinjcs@gmail.com

Dr. Muhammad Noman
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies,
University of Swat
Email: numanm964@gmail.com

Sadaf Parveen
Visiting Lecturer, Department of Islamic studies, Women Campus
Batkhela, University of Malakand
Email: Sadafshfaq@gmail.com

Abstract:
A closer look at the three contents of the section reveals that all three are related to the "family system". Islām has its own family system. Different family members have different rights and duties in that system. Laws related to the family system are called "family laws". The law of a country deals with three types of matters. Criminal, civil and family laws. Complaints in each other's affairs are for hearing and deciding, while

the last one is for family matters to be discussed. The words "Personal Law" and "Public Law" are used in English for this family system. Sponsorship, custody, guardianship and austerity come under discussion. Almost all people follow personal law equally. Outcome: Our country has its own laws for the above-mentioned matters (inheritance, custody, divorce and child custody, etc.). In Pakistan, the 22 points raised by the scholars also included rights with regard to personal law. The rules and regulations regarding the family system in Islam, namely inheritance, divorce, custody, sponsorship, marriage, sponsorship and austerity. The world has an objection to all the principles related to it, etc., because of Article 16 of the same Universal Declaration of Human Rights.

Keywords: Islām, Women, UDHR, Marriage, Divorce, Freedom, Family System.

عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے دفعہ ١٦ کے مطابق:

1. بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔
2. نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہو گا۔
3. خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حق دار ہے۔

اس دفعے کے تینوں مندرجات کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ تینوں "خاندانی نظام" سے متعلق ہیں۔ اسلام کا اپنا ایک خاندانی نظام ہے۔ اس نظام میں خاندان کے مختلف افراد کے مختلف حقوق و فرائض ہیں۔ کہیں پر آزادی اور کہیں پر کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ خاندانی نظام سے متعلق قوانین کو "عائلی قوانین" کہا جاتا ہے۔ کسی ملک کے قانون کا تعلق تین قسم کے امور سے ہوتا ہے۔ فوجداری، دیوانی اور عائلی۔ اول الذکر قوانین جھگڑوں لڑائیوں سے متعلق ہیں۔ ثانی الذکر عوام کے آپس کے امور میں شکایات سننے اور اُس پر فیصلہ کرنے کے لیے ہوتا ہے جبکہ آخری وہ ہے جس میں خاندان کے افراد سے متعلق امور زیرِ بحث آتے ہیں۔

اس خاندانی نظام کے لیے انگریزی میں "Personal Law" اور "Public Law" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جس کو عربی میں "القوانین الشخصیہ" جبکہ اردو میں اُسے شخصی قوانین اور عائلی قوانین کہا جاتا ہے۔ ان عائلی قوانین میں نکاح، طلاق، کفالت، حضانت، ولایت اور کفاءت زیرِ بحث آتے ہیں۔ پرسنل لاء پر تقریباً تمام لوگ یکساں طور پر عمل پیرا ہیں۔ ہمارے ملک میں اوپر ذکر شدہ امور (وراثت، حضانت، طلاق اور بچوں کے کفالت وغیرہ) کے اپنے قوانین موجود ہیں۔ پاکستان میں بھی علماء کرام نے جو 22 نکات پیش کئے تھے اس میں بھی پرسنل لاء کے حوالے سے حقوق موجود تھے۔ اسلام میں خاندانی نظام کے حوالے سے جو قوانین اور اصول موجود ہیں یعنی وراثت، طلاق، حضانت، کفالت، نکاح، کفالت اور کفاءت وغیرہ سے متعلق جو اصول ہیں، اُن سب پر اسی عالمی منشور برائے

انسانی حقوق کے اسی دفعہ نمبر 16 ہی کی وجہ سے دنیا کو اعتراض ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اس دفعے کی وجہ سے درج ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

1. جب انسان (چاہے مرد ہو یا عورت) بالغ ہو جائے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کے ساتھ بھی چاہے نکاح کر سکتا ہے، گھر بسا سکتا ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی نسل، قوم یا مذہب سے ہو۔ اسی طرح جب ایک دفعہ نکاح ہو گیا، گھر بس گیا تو اب یہ میاں بیوی اپنے نکاح کو برقرار رکھنے، ختم کرنے یا اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق دیگر امور میں یکساں حقوق کے حامل ہیں۔
2. نکاح میاں بیوی کی مکمل آزادی اور باہمی رضامندی سے ہو گا۔
3. معاشرے کا بنیادی جزء "خاندان" ہے۔ ریاست اور معاشرے دونوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جب ہم اس دفعے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح صرف بالغ انسان کا منعقد متصور ہو گا۔ اور نابالغ (لڑکے، لڑکی) کو نکاح کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ یعنی اسلام میں صغیر اور صغیرہ کے نکاح کے بارے میں جو ہدایات اور احکامات موجود ہیں وہ سب کے سب اس دفعے کی وجہ سے معطل سمجھے جائیں گے۔ نیز ہمارے فقہی ذخیرے میں جتنے احکام اِن (صغیر و صغیرہ) سے متعلق ہیں تمام کے تمام یکسر ناقابل عمل ہو جائینگے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دفعے کی اس شق سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ہر بالغ مرد و عورت آپس میں نکاح کر سکتے ہیں ۔ اس نکاح میں مذہب، قومیت یا نسل رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ کوئی ایشیائی عورت یورپین مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ افریقہ کے صحراؤں میں بسنے والا مرد امریکی عورت کو اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ کالا گورے سے اور گورا کالے سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہودی مرد کسی ہندو عورت سے، مسلمان عورت کسی عیسائی مرد سے نکاح کر سکتے ہیں۔ کوئی سکھ مسلمان عورت سے اسی طرح کوئی دہری کسی یہودی سے نکاح کر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نکاح کے حوالے سے مرد اور عورت کے درمیان مذہب رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

جہاں تک نسل اور قومیت کی بات ہے اس حوالے سے اسلام نکاح کے سلسلے میں مرد عورت کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا، کوئی بھی امریکی مسلمان ایک پاکستانی عورت سے نکاح کر سکتا ہے اسی طرح کوئی روسی مسلمان عورت کسی مسلمان چینی مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ افریقہ کے کالے رنگ والے مسلمان یورپ کی گوری مسلمان عورت سے نکاح کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک غیر مسلم کسی مسلمان سے نکاح نہیں کر سکتا مذہب کے حوالے سے اسلام مرد اور عورت کے درمیان فرق کا قائل ہے۔ کوئی بھی مسلمان کسی بھی غیر کتابی غیر مسلم سے نکاح / شادی نہیں کر سکتا۔ قُرآن میں اللہ تعالی کا واضح ارشاد ہے:

"اور (مومنو) مشرک عورتوں سے جب تک کہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور (اسی طرح) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کو زوجیت میں نہ دینا کیونکہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے[1]"

غیر مسلم کے ساتھ نکاح کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جہاں تک مسلمان عورت کی بات ہے وہ تو کسی بھی صورت میں غیر مسلم کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی لیکن مسلمان مرد کسی ایسی یہودی عیسائی عورت سے نکاح کر سکتا ہے جو اپنے اصلی دین پر عمل پیرا ہو۔ جیسا کہ تفسیر طبری میں ہے:

"یعنی اس اوپر والے میں آیت میں نکاح کی جو ممانعت آئی ہے وہ مشرکین عورتوں سے ہے ،اہلِ کتاب (یہودی،عیسائی) سے نہیں ہے کیونکہ سیدنا-حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنی نے ایک اہل کتاب عورت سے نکاح کیا تھا[2]"

بہر حال مسلمان کا نکاح غیر مسلم سے نہیں ہو سکتا یہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے جو آج کی دنیا کے لیے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے اور اس پر بڑے بڑے تنازعات ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن پوری دنیا میں یہ سوال اٹھایا جارہا ہے کہ مسلمان کسی معاشرے میں ایڈ جسٹ نہیں ہو سکتے خاص کر بھارت میں یہ مسئلہ سنگین صورت حال اختیار کر چکاہے۔ یورپی ممالک میں تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ وہاں تو کسی بھی مذہب کے پیروکار کسی دوسرے مذہب کے پیروکار سے نکاح کر لیتے ہیں اور قانونی تحفظ بھی حاصل ہے لیکن بھارت میں یہ مسئلہ اس وجہ سے سنگین ہے کہ وہاں دوسرے مذاہب کے لوگ مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں ہر مذہب کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرتے ہیں تم مسلمان کیوں دوسرے مذاہب والوں سے نکاح نہیں کرتے۔ تم لوگوں نے پوری دنیا سے اپنے آپ کو الگ کیوں رکھا ہے؟ نیز یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ تم معاشرے میں ایڈ جسٹ نہیں ہو سکتے کیونکہ نہ کسی کے ساتھ رشتہ کرتے ہو اور نہ ہی کسی کو رشتہ دیتے ہو۔ وہاں تو بات اُن کی سپریم کورٹ تک پہنچی ہے لیکن وہاں کے مسلمان اس کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔

عالمی منشور کے اس دفعہ کا چونکہ اسلامی تعلیمات سے ٹکراؤ ہے اس وجہ سے مسلمان عقیدے کے طور پر اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قبول کرنے کی صورت میں نص قطعی کی مخالفت لازم آتی ہے اور قرآن وحدیث کے صریح احکام متاثر ہوتے ہیں۔

اسی طرح اگر نکاح کے مسئلے میں مرد وعورت کو یکساں حقوق کی شق کو دیکھا جائے کہ جس طرح مرد طلاق کا مالک ہے عورت کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے یعنی نکاح فسخ کرنے کے سلسلے میں مرد وعورت برابر ہیں۔ اس مسئلے کو بھی اگر تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کا

دیا گیا"حق ولایت" ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نابالغ لڑکے اور لڑکی پر اُس کے باپ یا دادا کو "ولایت" کا حق ہوتا ہے جس کی روسے وہ لڑکی پر نکاح کے سلسلے میں "جبر" کر سکتے ہیں۔ اور اگر نابالغ لڑکی یا لڑکے نے اُن کی مرضی کے خلاف نکاح کیا ہو تو باپ دادا اپنا حق ولایت استعمال کر کے اُن کا کیا ہوا نکاح ختم کر سکتے ہیں۔ احناف کا درست موقف یہ ہے کہ نکاح میں "رضا" شرط ہے بالغہ عورت کی رضامندی بھی ہوگی اور "ولایت" اور "کفو" کا احترام کرتے ہوئے باپ دادا کی رضامندی کو بھی معتبر مانا جائے گا[3]۔

معلوم ہوا کہ اس دفعہ کو قبول کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے ہاں کفاءت اور ولایت کے جو احکامات ہیں سب کے سب معطل ہو جائینگے۔

نکاح کے بعد مرد وعورت پر میاں بیوی کی حیثیت سے حقوق کے حوالے سے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمان بردار ہوتی ہیں اور اُن کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی خبر داری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی اور بدخوئی کرنے لگی ہیں تو پہلے ان کو زبانی سمجھاؤ، اگر نہ سمجھیں تو پھر اُن کے ساتھ سونا ترک کر دو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدو کوب کرو۔ پھر اگر تمہارا کہنا مان لیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ بے شک اللہ بہت اونچا ہے بڑا ہے[4]۔

اس آیت میں مرد کی فوقیت اُس کے انتظامی امور کے حوالے سے ہے جس میں سب سے پہلے معاشرے کی بنیادی اکائی "خاندان" آتا ہے عام طور پر "حکومت" بھی اسی ضمن میں آتی ہے لیکن اولین مصداق "خاندان" ہے۔ اور ظاہر ہے خاندان "گھر" ہی سے شروع ہوتا ہے جس میں میاں بیوی دو بنیادی اجزاء ہیں۔ اس لحاظ سے گھر کا نگران "مرد" ہوا جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ:

"وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ[5]"

"ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے"

اس بنیاد پر گھر کے امور چلانے کا نگران مرد ہے۔ اگر قرآنی ارشادات پر غور کیا جائے تو اس "فضیلت" کی دو وجوہات نظر آتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر حاکمیت ایک خداداد فضیلت ہے یعنی کسی خاص حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے کسی پر فضیلت دے دے اور ظاہری وجہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ مرد کو اللہ تعالی نے عقل اور جسم کے اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مضبوط پیدا فرمایا ہے اور یہی صفت عورتوں میں مرد جیسے نہیں ہیں۔ کیونکہ "مرد" میں فعالیت جبکہ عورت میں "انفعالیت" ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد گھر کا نگران ہوتا ہے وہ عورت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، مہر ادا کرتا ہے۔ گھر کی دیگر ضروریات پوری کرتا ہے۔ نیز نان نفقے کا ذمہ دار ہوتا ہے کیونکہ اسلام ہر لحاظ سے ایک کامل نظام پیش کرتا ہے۔ مرد کمانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور عورت اُس کو درست طریقے پر خرچ کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس وجہ سے جہاں اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کیا جاتا وہاں یہ بات نہیں ہے یعنی مغرب میں مرد و عورت دونوں کماتے ہیں اور ہر ایک اپنے لیے کماتا ہے۔ وہاں عورت کمائی کے سلسلے میں گھر سے باہر نکلتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں "خاندانی نظام" سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اسلام نے ایک طرف اگر مرد کو گھر کا حکمران بنایا تو دوسری طرف عورت کو گھر کا منتظم ٹھہرا کر ذمہ داریوں کا تعیّن کر دیا۔ کہ مرد باہر سے کما کر لائے گا اور عورت شوہر کو اعتماد میں لے کر اس کی حیثیت کے مطابق گھر کا انتظام چلائی گی اور اس کی اولاد پر خرچ کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"عورت اپنے شوہر کی نگران ہے اور اس سے اِس کے بارے میں پوچھا جائے گا[6]"

مرد کو عورت پر برتری کیوں حاصل ہے؟ اس کے لیے اگر ہم دنیا کے ہر چھوٹے بڑے نظام کو دیکھیں تو وہاں کوئی نہ کوئی شخصیت ایسی ضرور ہوتی ہے جس کی رائے کو حتمی سمجھا جاتا ہے بالفاظ دیگر ایک ایسی اتھارٹی ضرور ہوتی ہے جو اُس نظام میں "فائنل حیثیت" رکھتا ہو۔ مثلاً کسی ملک کو لیں کہ اس میں بیک وقت دو صدور نہیں ہو سکتے جو یکساں حقوق کے مالک ہو کسی کمپنی کے دو ایسے منیجر نہیں ہو سکتے جو اختیارات میں یکساں ہو ورنہ پھر وہ ملک چل سکتا ہے اور نہ ہی وہ کمپنی۔ فطرت کے اصول یہی ہیں۔ اللہ کے پیدا کردہ سسٹم میں خلل کیوں نہیں ہے؟ کب سے یہ نظام درست طریقے سے چل رہا ہے؟ اس لیے کہ اس کا چلانے والا "ایک" ہے۔ اس میں تبدیلی لانے والی ذات یکتا ہے اگر اس سسٹم کے چلانے والے ایک سے زیادہ ہوتے تو زمیں و آسماں کا یہ نظام درہم برہم ہو جاتا خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"اگر آسمان اور زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں خدائے مالک عرش ان سے پاک ہے[7]"

مطلب یہ ہے کہ اگر ایک فائنل اتھارٹی نہ ہوتی تو یہ سب کے سب تباہ و برباد ہو جاتے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

" إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ(8)"

"ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ یہ لوگ جو کچھ خدا کے بارے میں بیان کرتے ہیں خدا اس سے پاک ہے"

پھر تو دنیا کی طرح ہر وقت اقتدار کے جھگڑے ہوتے رہتے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی نظام اُس وقت صحیح چل سکتا ہے جب اُس میں ایک فائنل اتھارٹی ہو۔ اب "گھر" کو دیکھا جائے تو یہ بھی ایک چھوٹی سی کائنات ہے۔ اس کا نظام اس وقت ٹھیک ہو گا جب اس میں ایک فائنل اتھارٹی ہو اور ظاہر ہے کہ وہ "مرد" ہی ہو سکتا ہے۔ اور اگر مرد و عورت دونوں کو یکساں طور قدرت حاصل ہو جائے اور دونوں کے اختیارات برابر ہوں تو پھر فیملی سسٹم کا نام و نشان نہیں رہے گا جیسا کہ مغرب میں ہے جہاں خالہ، پھوپھی اور چچا کے رشتے تو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اولاد اور والدین کے رشتے بھی تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اُن کا ٹھکانہ "Old Home" ہوتا ہے میاں بیوی کو یکساں حقوق حاصل ہونے کے نتیجے میں شادی کے قوانین ایسے سخت بنائے گئے ہیں کہ ہر کوئی اُس کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ مغرب میں جب تک مرد و عورت کے درمیان ہم آہنگی رہتی ہے وہ بغیر نکاح کے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ جب دل بھر جائے تو پھر نئے ساتھی کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ بچے پیدا کرنا اُن کی ترجیحات میں شامل نہیں، اور اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو چونکہ عورت کو روز کمائی کے سلسلے میں گھر سے باہر جانا پڑتا ہے تو اس وجہ سے وہ بچے کی نگہداشت کے لیے تیار نہیں ہوتی مجبوراً وہ ایسی صورتِ حال میں "بچے" کو کسی کیئر سنٹر میں داخل کراتی ہے جس کے پاس کبھی کبھار جانا ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اِن حالات میں "خاندان" کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ صرف جسمانی حد تک میاں بیوی ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں اور بس۔ بلکہ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت اس حوالے سے صرف اپنے شوہر تک محدود ہو بلکہ جہاں بھی اُسے کوئی ملے وہاں وہ اپنی خواہش پوری کر سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ:

" أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (9)"

"اس طرح کہ مال خرچ کر کے اُن (عورتوں) سے نکاح کر لو بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت پرستی"

اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی عورت کو اُس وقت تک ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں جب تک اُس کے ساتھ باقاعدہ نکاح کر کے مہر اور نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر نے قبول نہ کی ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُس کا مقصد گھر آباد کرنا ہو، صرف شہوت پرستی

مقصود نہ ہو اور "Girl Friend" بنانے کے بجائے "خاندان" بنانے پر نظر ہو اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی ارشاد ہے "(وہ عورتیں ایسی) نہ ہو کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں"[۱۰]۔

اسلامی تعلیمات کی روسے ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت کے نکاح میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ مرد عورت کو ایک باوقار طریقے سے بحیثیت "بیوی" قبول کرے اسی طرح اُس عورت اور اُس کے بچوں کے نان ونفقے کی ذمہ داری اپنے سرلے۔اس کے بعد اپنی جنسی تسکین کی طرف آئے۔پھر ان سارے مراحل میں یہ سب کچھ "پرائیویسی" سمجھ کر خفیہ رکھا جائے۔ریکارڈ پر نہ لایا جائے۔اسی حوالے سے اسلام میں "عورت" کے پاس جانے اور اُس کے ساتھ کچھ کرنے کی کوشش میں ساری ذمہ داری بھی قبول کرنی ہوگی،اور اگر ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے لیکن عورت کے پاس جاتا ہے تو پھر سزا ملے گی۔یہ سزا کوڑے بھی ہوسکتے ہیں اور "رجم" بھی۔جیسا کہ اسلام میں "حد زنا" کا اپنا ایک الگ اور مستقل قانون موجود ہے۔

مغرب میں عورت کو گھر سے باہر نکال لیا گیا اس کو کمائی میں شریک تو کرلیا گیا لیکن عورت کے ذمے جو کام تھے اُن میں کسی نے اُن کے ساتھ کوئی بھی تعاون نہیں کیا، کہ چلو ایک بچہ تم جنو ایک میں جنتا ہوں، یا ایک بچے کو تم دودھ پلاتی ہو ایک کو میں پلاتا ہوں۔مطلب یہ کہ حقوق کے نام پر اُنہوں نے عورت کو گھر کی چاردیواری سے باہر نکالا لیکن اُن کے فرائض متعین نہ کرتے ہوئے عورتوں پر دوہرا ظلم کیا۔کیونکہ یہ حقوق میں اشتراک ہے یا فرائض میں؟اور "آزادی" کے خوش نما لفظ کے پیچھے اُن کے حقوق غصب کئے پھر بھی عورت خوش ہے کہ مجھے مردوں جیسے مساوی حقوق مل رہے ہیں حالانکہ حقوق کے بجائے اُن کے فرائض میں اضافہ ہوا۔صبح سے شام تک وہ ایک مشین کی حیثیت سے کام کرتی ہے شام کو واپس آکر کیسے وہ ایسے ماحول میں رہنا پسند کرے گی جس میں میاں، بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد کی خدمت کرسکے۔

دفعہ نمبر 16 کی آخری شق یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں میاں بیوی دونوں یکساں حقوق کے حامل ہوں گے۔اگر مرد طلاق دے سکتا ہے تو عورت بھی از خود شوہر سے علیحدگی اختیار کرسکتی ہے۔اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان پُرامن طریقے سے رہنا ممکن نہ ہو تو ایک باوقار طریقے سے اس بندھن کو ختم بھی کیا جاسکتا ہے جس کا اختیار صرف "مرد" کو دیا گیا ہے۔عورت کے لیے بھی ناگزیر حالات میں فسخ نکاح کے مطالبے کا حق حاصل ہے جس کو شریعت میں "خلع" کہتے ہیں اور شریعت میں اس کے لیے باقاعدہ طریقۂ کار متعین ہے۔پھر بھی اگر شوہر کی طرف سے ظلم ہو اور طلاق بھی نہیں دیتا تو عدالت سے رجوع کرکے بھی اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

" اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو" پھر اگر "بیوی" حق پر ہو تو شوہر کے مرضی کے بغیر بھی نکاح ختم کیا جا سکتا ہے[11]"

معلوم ہوا کہ دونوں کو یہ حق حاصل ہے فرق صرف یہ ہے کہ مرد کو براہ راست جبکہ عورت کو بالواسطہ یہ حق حاصل ہے۔ اور پہلے وضاحت کی گئی ہے کہ ہر نظام میں ایک فائنل اتھارٹی ہونی چاہئیے اس وجہ سے مرد وہ "فائنل اتھارٹی" ہے۔ اقوام متحدہ کے رکن ہونے کے ناطے ہم پر بھی اُن کے قوانین ماننا لازم ہیں لیکن ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلام ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ "طلاق" کے سلسلے میں عورت کو بھی مرد جیسے اختیارات تفویض کئے جائیں۔ اس وجہ سے جب ایک دور میں عائلی قوانین بنائے گئے تو اُس وقت نکاح کے فارم میں ایک خانہ بنایا گیا تھا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ: کیا شوہر نے بیوی کو طلاق کا حق تفویض کر دیا ہے؟ اس طریقے سے عورت طلاق کی مالک تو ہو جائے گی لیکن حقیقت یہ ہے نکاح کے وقت میں کوئی یہ بات شوہر سے پوچھتا بھی نہیں ہے اور نکاح خوان وغیرہ اپنے طرف سے "ہاں" لکھ دیتے ہیں۔

بہر حال اقوام متحدہ کے قانون کی رو سے مرد اور عورت میں مساوات ہونی چاہئیے اور اگر کہیں اس کے خلاف کوئی بات سرزد ہو جائے تو اسے جنس کی بنیاد پر "امتیازی سلوک" شمار کیا جاتا ہے۔ جنس کی بنیاد پر امتیاز کا تو اسلام بہر حال قائل ہے کہ مرد امامت کرا سکتا ہے عورت نہیں، گواہی میں ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی معتبر ہو گی، مرد گھر سے باہر نکلتے وقت کسی سے اجازت لینے کا پابند نہیں ہے لیکن عورت پوچھے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی اسی طرح ایک خاص حکمت اور مصلحت کے تحت میراث میں مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برعکس مذہب کی بنیاد پر اس طریقے سے اسلام امتیاز کا قائل نہیں ہے کہ مرد کے لیے الگ قانون ہو اور عورت کے لیے الگ، مرد کی عبادت کا ثواب زیادہ ہو اور عورت کا کم۔ جب کہ عالمی منشور میں یہ بات ہے کہ جنس اور مذہب دونوں کی بنیاد پر "امتیاز" نہیں ہونا چاہئیے۔ اگر ملک کا صدر / وزیر اعظم مرد بن سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں بن سکتی؟ ہمارے ملک کے قانون کے مطابق کوئی عورت صدر نہیں بن سکتی، اسی طرح کسی مسلمان معاشرے میں غیر مسلم اپنے دین کی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ دنیا جو "امتیازی سلوک" ختم کرنے کا نعرہ لگاتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں بھی دنیا میں مذہب کے حوالے مرد و عورت میں کوئی فرق روا رکھا جاتا ہو اس کو ختم کیا جائے۔

اس سلسلے میں مسلمان ممالک کا عمل ملا جلا چلا آرہا ہے۔ یورپی یونین میں شمولیت کی خاطر ترکی نے تو اپنا سب کچھ قربان کردیا، دین، شریعت سب کچھ چھوڑا کہ تم جو کہتے ہو ہم مانتے ہیں بس ہمیں یورپی یونین میں شامل کرو دوسرا طرز عمل افغانستان میں بہت تھوڑے دنوں کے لیے برسر اقتدار آنے والے "ملا عمر" کی حکومت کا تھا کہ تم جو کچھ کہتے ہو ہم بالکل نہیں مانتے جو کرنا ہے کرلو۔ جس کا ان کو نتیجہ بھی بھگتنا پڑا۔ تیسرا طرز عمل وہ ہے جو دنیا کے باقی سارے مسلم ممالک کا ہے۔

عورتوں کے سلسلے میں سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مسلمانوں پر جتنے حقوق عائد کئے گئے ہیں وہ صرف اسلام ہی کی خصوصیت ہے اسلام سے پہلے کسی بھی مذہب نے عائد نہیں کئے۔ اسلام کی نظر میں مرد اور عورت بحیثیت انسان یکساں حقوق رکھتے ہیں۔

دنیا میں یونانیوں کے فلسفے کا بڑا چرچا رہا ہے۔ ان کے نزدیک عورت ذات یہ "ناپاک کام شیطانی اعمال میں سے ہیں تھی"

اہل روم عورت کو شیطان کی آلہ کار کہتے تھے کہ اس ہی کی وجہ سے شیطان لوگوں کے دلوں میں فساد ڈالتا ہے۔ بلکہ عورت ذات کے متعلق اُن کا یہ قول بھی ہے۔ کہ کیا عورت روح ہے؟ اور اگر روح ہے تو یہ روحِ انسانی ہے یا روحِ حیوانی؟

ایک وقت تھا جب عورت کے بارے میں بڑے بڑے علمی مذاکرے ہوا کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

1. عورت ایک ایسی موجود چیز ہے جس کا کوئی نفس نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ اخروی زندگی نہیں پاسکتی۔
2. اور یہ کہ عورت "گندگی" کا دوسرا نام ہے۔

ماضی قریب ہی میں ہندی تہذیب میں عورت لکڑی کی مانند سمجھی جاتی تھی جو صرف شوہر کی قبر پر جلنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اُن میں دو امراء ایسے بھی گزرے ہیں جن کی بیک وقت تیرہ اور سترہ تک بیویاں تھیں اور پھر اُن امراء کی موت پر ایک ہی وقت میں وہ تیرہ کی تیرہ اور سترہ کی سترہ بیویاں آگ میں جلا دی گئیں[12]۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کے ساتھ جانور سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا اُنہیں حقوق دینا تو درکنار، انسان ہی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ عورت کو باعثِ عار سمجھتے تھے۔ بعض قبائل نے تو یہ حدود بھی پار کردیں کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفناتے[13]۔ وہ عورت کو صرف اپنی ضروریات کو پوری کرنے کا سامان سمجھتے تھے۔

یہ تو پُرانے زمانے کی باتیں ہیں اگر ہم آج کی ترقی کی دعویدار تہذیبوں کو دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ آزادی کے نام پر اُنہوں نے عورت کے حقوق چھین لئے ہیں۔ آزادی کے نام پر عورت سے حق نفقہ چھین کر کسب کے سلسلے میں مردوں کے مقابل لا کھڑا کیا۔ عورت کو باپردہ رہنے کے حکم کو دقیانوسیت کا نام دیا گیا۔ صاحب ثروت لوگوں کے لیے ایک کھلونا بنا دیا گیا جو اس کی عزت سے کھیلنا آزادی سمجھتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو ظلم کے اندھیروں، انسانیت سے گرے ہوئے ماحول اور پستی کی زندگی سے نکال کر آرام سے رہنے کا قابل بنایا۔ اسے مرد جیسے حقوق ملے الغرض تاریخ میں کہیں بھی عورت کو ایسے حقوق نہیں ملے ہیں جو اُنہیں اسلام نے دیے۔ ذیل میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(1) حق میراث:

میت کے ورثاء میں اگر کوئی عورت ہو تو اسلام میں اس کا باقاعدہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ چاہے یہ عورت ماں کی صورت میں ہو، بیٹی یا بیوی کی صورت میں ہو بلکہ بعض دفعہ تو بہن اور پھوپھی بھی وارث بن سکتی ہے۔ جبکہ کبھی کبھی مرد اور عورت میراث کے حصوں میں برابر ہوتے ہیں۔

"کما فی حالۃ الاخوۃ والاخوات لام، فللذکر والانثی السدس، وکذلک الاب والام اذ اورثا من ابنائھما، فلکل منھما السدس"

"جب ورثاء بھائی اور اخیافی بہنیں ہو تو اس صورت میں مرد و عورت دونوں کے لیے سدس (چھٹا حصہ) ہو گا۔

اسی طرح جب والد اور والدہ اپنے بیٹوں کے وارث بن جائیں تو ہر ایک کے لیے سدس ہو گا"

اور ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں عورت، مرد سے زیادہ حصہ لیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ عورت تو حصہ لے اڑے اور مرد محروم رہے۔ مثلا میت کے ورثاء میں اگر حقیقی بہن اور ماں شریک بھائی یا باپ شریک بھائی جمع ہو جائے تو حقیقی بہن کی وجہ سے ماں شریک یا باپ شریک بھائی میراث سے محروم ہو جاتے ہیں[14]۔

عورتوں کی میراث کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے، اگر اس (میت) کی اولاد ہو، اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے، ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصے اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد، تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے[15]۔"

(2)حدود اور سزاؤں میں مساوات:

عورتوں کے حقوق کے بارے میں انسانیت کا اعلیٰ نمونہ صرف اسلام ہی نے پیش کیا ہے کہ مرد کو بھی کسی غیر اسلامی فعل کے ارتکاب کے نتیجے میں وہی سزا ملے گی جو کسی عورت کو ملتی ہے۔ چاہے یہ سزا کسی بھی قسم کی ہو۔ قُرآن کریم کا ارشاد ہے:

"اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست (اور) صاحب حکمت ہے(16)"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو(17)۔"

دیکھیے، اسلام نے سزاؤں کے سلسلے میں مساوات کا جو درس دیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کی مثال نہیں پیش کر سکتا۔

(3)خلقت میں مساوات:

اللہ جل شانہ نے مرد عورت کی بحیثیت انسان تخلیق ایک ہی قسم کی فرمائی ہے۔ ایک ہی نفس سے اِن کی تخلیق فرمائی ہے۔ کسی بھی قسم کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے(18)"

اور ارشاد ہے:

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے(۱۹)"

(4) زندگی کے تمام مراحل میں عورت کے حقوق کی حفاظت کے لیے قانون سازی کرنا:

اللہ جل شانہ نے عورت سے متعلقہ تمام حقوق سے متعلق قرآن کریم میں اپنے ارشادات کے ذریعے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ حالتِ حمل سے لے کر وفات اور کفن دفن تک زندگی کے ہر شعبے میں اسلام ہدایات فراہم کرتا ہے۔ حق نکاح میں اُس کی مرضی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور اولاد کو یہاں تک پابند کیا گیا ہے کہ اگر جنت چاہتے ہو تو یہ تمہیں ماں کے قدموں یعنی اُن کی خدمت میں ملے گی۔

سیرت طیبہ میں بھی اِن کے حقوق واضح طور پر بیان کئے گئیں ہیں چھوٹی لڑکی سے لے کر بڑی عمر کی عورت تک تمام عورتوں کے خیال رکھنے کا احکامات بیان کئے گئیں ہیں۔

دنیائے اسلام میں سب سے پہلی عورت جسے ایمان کی دولت نصیب ہوئی وہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی زوجیت بھی نصیب ہوئی ہے اور اسلام میں اُن کا درجہ بہت بلند ہے۔

مسلمان عورتیں اللہ کے راستے میں مرد کے شانہ بشانہ رہ کر خدمات سرانجام دیتی آ رہی ہیں، علم کا میدان ہو یا جہاد کا، تیمارداری ہو یا مجاہدین کے علاج معالجہ کا انتظام، ہر مرحلے میں اُنہوں نے قربانی دی ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے باب میں یکتائے روزگار تھیں۔ بہت ساری روایات اُن سے منقول ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن سے مسائل پوچھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کو کتنا اہم مقام دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اُن کی دلجوئی کے خاطر بعض امور میں اُن سے مشورہ طلب کرنا بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

(5) شرعی احکام پر مساوی اجر و ثواب ملنا:

بلوغت کے بعد جب انسان احکام کا مکلف بن جاتا ہے۔ تو جب وہ کوئی حکم بجالاتا ہے چاہے مرد ہو یا عورت، اُسے ایک جیسا اجر و ثواب ملے گا۔ نماز، روزہ، اور زکوٰۃ وغیرہ کی بجا آوری پر دونوں کے ثواب میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ ہاں کچھ استثنائی صورتیں ایسی ہیں جن میں قدرت اور طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے کچھ احکام ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے جہاد وغیرہ۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے[20]"

اور ارشاد ہے:

" اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی[21]"

یہ بھی ارشاد ہے:

"(جو لوگ خدا کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے خدا نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے[22]"

اسی طرح ارشاد ہے:

"اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ نہ شرک کریں گی نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگو۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے[23]۔

اب ہم مرحلہ وار عورت کی پیدائش سے لے کر آخر تک کے حقوق و تکریمات سیرتِ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ:

اسلام کے پہلے مخاطبین وہ لوگ تھے جو "لڑکیوں کو زندہ در گور" کرتے تھے۔ یعنی اُن کا پیدا ہونا ہی اُن کا جرم تھا۔ اسلام نے آکر ان بے ضرر اور معصوم انسان کے قتل کو نہ صرف روکا بلکہ اُن کے اس عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ صحیحین میں روایت ہے کہ:

"مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں) اور باپ (کی نافرمانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا،) واجب حقوق کی (ادائیگی نہ کرنا اور) دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر (دبا لینا) حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے[24]"

اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"ماں کی نافرمانی حرام اور باتفاق علماء کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بہت ساری احادیث سے اس کا کبیرہ ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح والد کی نافرمانی بھی کبیرہ گناہ ہے۔ یہاں صرف ماں کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ والدہ کی نافرمانی والد کے نافرمانی سے زیادہ گناہ ہے۔ اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے جب ایک سائل نے سوال کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا، ماں۔ تین دفعہ ماں فرمایا اور چوتھی دفعہ فرمایا: باپ۔ اور اسی وجہ سے بھی یہاں صرف ماں کا تذکرہ ہے کہ والد کے مقابلہ میں والدہ کی نافرمانی زیادہ ہوتی ہے۔ "جہاں تک " وَأْدَ الْبَنَاتِ "کا تعلق ہے تو اس سے مطلب ہے: اُن کو زندہ در گور کرنا، تاکہ وہ مٹی تلے مر جائیں۔ یہ ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ یہ بے گناہ قتل کے ساتھ ساتھ رشتہ داری قطع کرنا ہے۔ صرف بیٹیوں کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو زندہ در گور کرتے تھے[25]"

جب کہ فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کے دو طریقے تھے۔ پہلا یہ کہ جب عورت وضع حمل کے قریب ہو جاتی تو اُسے کہا جاتا کہ ایک گڑھے کے قریب جاؤ۔ اگر لڑکا پیدا ہو جاتا تو اُسے واپس اور اگر لڑکی پیدا ہو جاتی تو اسے اُس گڑھے میں ڈال دیتی تھی۔ پہلے فریق کے ہاں یہ قول زیادہ راجح ہے۔ دوسرا یہ کہ لڑکی جب کچھ بڑی ہو جاتی تو اُس کے ماں کو کہا جاتا کہ اسے تیار کر لو تاکہ میں اسے رشتہ داروں کے ہاں لے چلو۔ اسی بہانے اُسے صحراء میں لے جا کر کسی کنویں کے قریب لے جاتا اور اسے کہا جاتا کہ کنویں میں دیکھو اسی وقت اسے کنویں دھکیل دیا جاتا اور پتھر وغیرہ سے ڈھانپ دیا جاتا[26]"

لڑکی جب پیدا ہو جائے تو اُس کے لیے اچھا نام رکھنا اور اُس کی پیدائش کی خوشی میں بکری وغیر ذبح کر کے رشتہ داروں کی دعوت کرنی چاہئیے اسلام ہی نے عورت کو یہ مقام دیا ہے کہ پیدا ہوتے ہی عقیقہ کر کے خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ:

"ام کرز رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا" : لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی، وہ جانور نر یا ہو مادہ اس میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں[27]"

اسلام نے تو عورت کے لیے نام بھی با معنی رکھنے کا حکم دیا ہے اور اگر کہیں کسی کا نام معنی کے لحاظ سے درست نہ ہو تا تو خود رسول اللہ ﷺ اُسے تبدیل فرماتے جیسا کہ روایت میں آتا ہے:

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "عاصیہ (گناہگار عورت)" نام تبدیل کر کے "جمیلہ (خوبصورت عورت)" رکھ دیا تھا[28]"

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

"سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میرا نام "برّہ" تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نام زینب رکھ دیا۔ اور فرماتی ہے کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نام (بھی) "برہ" تھا اُن کا نام بھی زینب رکھ دیا[29]"

سیرت طیبہ کیسے بیٹیوں کی اچھی تربیت اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، کہ بیٹیوں کی اچھی تربیت قیامت کے دن آگ سے نجات کا ذریعہ ہو گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ:

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی[30]"

اسلام لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان اونچ نیچ کا فرق کرنے کو روا نہیں رکھتا بلکہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا پیار، محبت اور نرمی کا سلوک کرنے کا درس دیتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک اس بات کی عملی تصویر ہے۔ آپ ﷺ جس طرح پیار حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے کرتے بالکل اُسی طرح پیار اپنی پوتی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے، صحیحین کی روایت میں ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) بعض اوقات (نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے[31]"

عورت کا اس سے زیادہ حق کون ادا کر سکتا ہے جس طرح اسلام نے احکام دیئے ہیں۔ عورت اگر باندی بھی ہو تو بھی اسلام اُس کے ساتھ احسان (اُس کی اچھی تعلیم و تربیت) کرنے پر بندہ کو اجر و ثواب کا مستحق گردانتا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس کسی کے پاس بھی کوئی باندی ہو اور وہ اسے پورے حسن وخوبی کے ساتھ ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جو غلام اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے بھی تو اسے بھی دوگنا ثواب ملتا ہے[32]"

دوسرا مرحلہ:

لڑکی (عورت) جب بالغ ہو جاتی ہے اور نکاح کے قابل بن جاتی ہے تو یہ اُس کی زندگی کا ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ اسلام نے اگرچہ مرد کو گھرانے کا سربراہ بنایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر کام کو اپنی مرضی سے گھر کے افراد پر مسلط کرے گا۔ کہ چاہے کسی کو اچھا لگے یا برا، وہ مختار کل بن کر اپنی من مانی شروع کرے۔ اس مرحلے پر کسی بھی مرد کو یہ اجازت نہیں کہ وہ لڑکی کی مرضی کے بغیر اس کی شادی کرائے۔ نکاح میں لڑکی کی مرضی کو مد نظر رکھنے کی شریعت نے بہت تاکید کی ہے۔ ولی ہونے کی حیثیت سے اس کا ایک گونہ ولایت کا حق اگرچہ ضرور بنتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

" أَنَّ النَّبِىَّ –صلى الله عليه وسلم– قَالَ « لاَ نِكَاحَ إِلاَّ بِوَلِىٍّ »[33]"

"ولی کے اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اُسی کی مرضی چلے گی اور عورت کو اپنے نکاح میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ بلکہ باقاعدہ لڑکی کی مرضی معلوم کی جائی گی اور اُس ہی کے مشورے پر عمل کیا جائے گا۔ شریعت میں تو باکرہ (غیر شادی شدہ) اور ثیبہ (شادی شدہ) کے مستقل احکام موجود ہیں۔

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کنواری عورت اذن کیونکر دے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ یہ خاموشی اس کا اذن سمجھا جائے گا[34]"

لڑکی کے نکاح سے متعلق اس حدیث میں چند مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔

1. لڑکی کے ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (اس مسئلہ میں احناف کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک جب لڑکی بالغ ہو تو وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے)[35]۔
2. غیر شادی شدہ عورت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے۔ پھر اس میں ختلاف ہے کہ آیا اُس پر زبردستی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ تو جمہور کے نزدیک ولی باپ یا دادا ہو تو وہ زبردستی کر سکتے ہیں۔ لیکن باپ دادا کے علاوہ کسی اور کو زبردستی کی اجازت نہیں۔
3. غیر شادی شدہ عورت میں چونکہ نسبتاََ حیا زیادہ ہوتی ہے اس وجہ سے نکاح کی اجازت دیتے وقت وہ کچھ کہنے سے جھجھکتی ہے اس وجہ سے شریعت نے اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھ کر معتبر قرار دیا ہے کیونکہ اگر وہ راضی نہ ہوتی تو لازماََ کسی نہ کسی شکل میں احتجاج ریکارڈ کراتی۔
4. شادی شدہ عورت (ثیبہ) پر نکاح کے لیے زبردستی نہیں کی جاسکتی[36]۔

بہر حال عورت کی زندگی کے اس مرحلے میں شریعت ہر ایسے کام کا انتخاب کرتی ہے جو اُس کے کامیاب اور خوشحال مستقبل کا ضامن ہو۔

تیسرا مرحلہ:

شادی کے بعد عورت کے شوہر پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں اور وہ کس طرح اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟۔ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جب بیوی کے ساتھ زندگی گزاری جائے تو گھر کا ماحول جنت نظیر بن جاتا ہے۔ کیونکہ بیوی شوہر کی زندگی کا ایک اہم جزو بن جاتی ہے تو جب شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے والا ہو تو بیوی اس کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں صورتوں میں شوہر کی وفادار رہتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس حوالے سے بہت ہی خوشنما تعلیمات موجود ہیں چنانچہ عورت سے انتہائی نرم سلوک سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے مثلاََ۔ حدیث میں آتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اس کے اوپر کا حصہ ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی باقی رہ جائے گی اس لیے میں تمہیں عورتوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں[37]"

عورت کی ترکیب خلقی مرد سے مختلف ہوتی ہے۔ حدیث میں اس طرف اشارہ کرکے اُن کے ساتھ نرمی اور احسان کے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ عورت کو اللہ تعالی نے ایسی ھیئت میں پیدا کیا ہے جس میں تربیت اولاد، مرد کے مقابلے میں اُن پر نرمی، اور شوہر کی خدمت وغیرہ جیسے اوصاف موجود ہوتے ہیں۔ اُس کی جسمانی اور ذہنی ترکیب مرد سے کافی مختلف ہوتی ہے لہذا اُن کے ساتھ اُن کی اس حیثیت کے مطابق رواج رکھنا چاہیئے۔ "فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاء" کی تفصیل میں علماء فرماتے ہیں۔

"یہاں" بالنساء خيرا" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ عورتوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں اعتدال سے کام لینا چاہیئے۔ نہ تو اُن کے ساتھ اتنی سختی کی جائے کہ ٹوٹ (بگڑ) جائے اور نہ ہی کھلا چھوٹ دیا جائے کہ مزید بگڑ جائے۔ اسی طرف مصنف نے اپنے مابعد کی عبارت" باب قوا أنفسكم وأهليكم نارا" میں اشارہ کیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ نہ تو اُن کو مکمل چوٹ دینی چاہیئے کہ (مزید) گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں اور فرائض وواجبات چھوڑ بیٹھیں۔ بلکہ مباحات کے سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرنا ہے[38]۔

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں:

حدیث میں استحباب کے درجے میں یہ بات ہے کہ اس سے تالیف قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور اس میں عورتوں کی تربیت کا ذکر ہے کہ اُن میں موجود خامیوں کے باوجود اُن کو معاف کیا جائے۔ کیونکہ جو شخص اُن کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے گا (یہ تب ممکن ہے جب) اُن کی بشری کمزوریوں سے چشم پوشی اختیار کی جائے۔ انسان (مرد) اُن کے تعاون سے مستغنی نہیں ہو سکتا کیونکہ مرد اپنے معاش میں اُن سے مدد لیتا ہے۔ اور اُن سے مدد لینا تب ممکن ہے جب اُن کی بشری کمزوریوں سے چشم پوشی اختیار کی جائے[39]۔

اسی وجہ سے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام نے شوہر کو بیوی کے ساتھ نیک سلوک کے برتاؤ کا حکم دیا ہے کہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں اور جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے خیر باد کہہ دو، یعنی اس کی برائیوں کو یاد نہ کرو[40]"

اسی طرح ایک سفر کا واقعہ ہے کہ:

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کا ایک حبشی غلام تھا۔ ان کا نام انجشہ تھا وہ حدی پڑھ رہا تھا (جس کی وجہ سے سواری تیز چلنے لگی)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" افسوس "ویحک" اے انجشہ! شیشوں (عورتوں) کے ساتھ آہستہ آہستہ چل[41]"

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "الْقَوَارِيرِ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جنس نازک جسم وطبعیت کی مالک ہوتی ہے لہذا ان کے ساتھ احتیاط سے گزران کرنا چاہیئے۔ "الْقَوَارِيرِ" جمع ہے قارورۃ کی۔ شیشے کے معنی میں آتا ہے۔ جو کہ انتہائی نازک ہوا کرتا ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر حال میں اس کے نفقے، حفاظت اور ضروریات زندگی کی تکمیل مرد ہی کے ذمے لازم ہوتی ہے۔ چاہے یہ مرد باپ ہو، بھائی ہو۔ بیٹا ہو یا شوہر۔ اِن پر عورتوں کے یہ حقوق بطور احسان نہیں بلکہ بطور لزوم عائد ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرد ہی کو عورت کے لیے "قَوّام" قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے سورۃ النساء کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے:

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ[42]"

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ" مبتدا خبر ہے۔ یعنی مرد عورتوں کے نان نفقے اور اُن کی تکالیف دور کرنے کا ذمہ دار / قوام ہوتا ہے۔ علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد " وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ" سے یہ معنی اخذ کیا ہے کہ جب شوہر بیوی کے نان نفقے سے عاجز ہو جائے تو پھر وہ قوام کی صفت پر باقی نہیں رہتا اور جب وہ اس صفت پر باقی نہیں رہا تو بیوی کو فسخ نکاح / عقد کا اختیار ہو گا کیونکہ جس مقصد کے لیے نکاح ہوا تھا وہ فوت ہو چکا۔ اسی طرح اس میں یہ بھی واضح دلیل ہے کہ نان نفقے فراہم نہ کر سکنے کی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ یہی مذہب امام شافعی اور امام

مالک رحمہا اللہ کا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور اگر قرضدار کے پاس (قرضہ دینے کے لیے) کچھ نہ ہو تو (اسے) مالدار ہونے تک مہلت (دو)[43]۔

نفقہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو[44]"

عورت کے ساتھ مدارات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب باندھا ہے " بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ" اور اس میں احادیث بھی لائے ہیں۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہو گے تو اس کی ٹیڑھ کے ساتھ ہی فائدہ حاصل کرو گے[45]"

عورت کے احترام اور عزت کی خاطر مرد پر بہت ساری پابندیاں لگائی گئی۔ جس میں اس کے مارنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہمبستر ہو گا[46]"

عورت سے متعلق انسانی ضروریات کی رعایت رکھنا بھی اسلام کا خاصہ ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ! کیا میری یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم) روزانہ (دن میں روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، روزے بھی رکھو اور بغیر روزے بھی رہو۔ رات میں عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر (کچھ) حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے[47]"

اس بارے میں بعض علماء کے قول کے مطابق "عبادت میں اتنی مشقت نہ اُٹھائی جائے کہ بیوی سے ہمبستری وغیرہ سے عاجز آجائے"[(48)]۔

سنت نبوی ﷺ نے عورت کی راحت اور تنشیط کے مواقع فراہم کرنے کی بھی حوصلہ افزائی کی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ مجھے اپنی چادر سے آڑ کئے ہوئے تھے، اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی کہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے، یہاں تک کہ میں خود ہی اکتا گئی، تم خود ہی اندازہ لگالو کہ ایک کم سن لڑکی کھیل کود (دیکھنے) کی کتنی حریص ہوتی ہے[(49)]"

عورت اگرچہ گھر کے کام کاج کرنے والی تو ہوتی ہے لیکن بعض حالات میں شوہر، اُس کے بچے اور گھر کے دیگر افراد اس کو خدمت پر مجبور نہیں کرسکتے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو خدمت گار عورت رکھ دیا جائے۔ تاکہ وہ گھر کے کام کاج میں گھر کی عورت کا سہارا بن جائے۔ سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

"اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور ان کے گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، کوئی چیز نہیں تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ انصار کی کچھ لڑکیاں میری روٹی پکا جاتی تھیں۔ یہ بڑی سچی اور باوفا عورتیں تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی، اس سے میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے دو میل دور تھی۔ ایک روز میں آرہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں کہ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبیلہ انصار کے کئی آدمی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پھر) اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے (کہا اخ اخ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے سوار کرلیں لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ بڑے ہی باغیرت تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کررہی ہوں۔ اس لیے آپ آگے بڑھ گئے۔ پھر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے واقعہ کا ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی تھی۔ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

آپ کے چند صحابہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اونٹ مجھے بٹھانے کے لیے بٹھایا لیکن مجھے اس سے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ اس پر زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ کو تو اس سے بڑا رنج ہوا کہ تو گٹھلیاں لانے کے لیے نکلے اگر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی) کیونکہ اسماء رضی اللہ عنہا آپ کی سالی اور بھاوج دونوں ہوتی تھیں (اس کے بعد میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا وہ گھوڑے کا سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی گویا والد ماجد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے) غلام بھیج کر (مجھ کو آزاد کر دیا[50]"

امام ابو ثور رحمہ اللہ کے قول کے برعکس (کہ ہر حال میں عورت گھر کے کام کاج کی پابند ہے) اس حدیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت لازمی نہیں ہے بلکہ اس کا یہ حق بنتا ہے کہ اگر ہو سکے تو اُس کے لئے خادم رکھ دیا جائے۔ اسلام میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ عورت شریعت کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی پابند ہے نہ کہ مرد/شوہر کی خواہش کے مطابق۔ اسلام عورت کے حقوق کی بات بھی کرتا ہے اور اُس کے فرائض کی تعلیم بھی دیتا ہے کیونکہ جو اس کے حقوق ہیں وہ مرد کے فرائض ہوا کرتے ہیں اور جو مرد کے حقوق ہیں وہ عورت کے فرائض ہوتے ہیں۔ تو جہاں اسلام مرد/شوہر پر نان نفقے کے ذمہ داری ڈالتا ہے وہیں پر عورت/بیوی کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ مرد کے مال، اولاد اور عزت کی حفاظت بھی کرے۔ جیسا کہ پہلے حدیث ذکر کیا گیا یعنی:

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں یعنی عرب کی عورتوں میں (قریش کی صالح، نیک عورتیں ہیں جو بچے پر بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والیاں ہوتی ہیں[51]"

اور اس بارے میں عورت کا شوہر کی نافرمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

"عمرو بن حارث بن مصطلق کہتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب دو طرح کے لوگوں کو ہو گا: ایک اس عورت کو جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے، دوسرے اس امام کو جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں[52]"

شوہر کی اطاعت کے بارے میں تو سنت نبوی ﷺ میں یہاں تک مذکور ہے کہ اگر شوہر اجازت نہ دے تو وہ نفلی عبادات بھی نہیں کر سکتی، مثلاً نفلی روزہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر وہ اجازت نہ دے تو کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور عورت کسی کو اس کے گھر میں اس کی مرضی کے بغیر آنے کی اجازت نہ دے اور عورت جو کچھ بھی اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی صریح اجازت کے بغیر خرچ کر دے تو اسے بھی اس کا آدھا ثواب ملے گا(53)"

اسی طرح عورت اگر کسی دنیاوی کام میں مشغول بھی ہو اور شوہر اُسے بُلائے تو انکار نہ کرے بلکہ وہ کام ادھورا چھوڑ کر شوہر کے تقاضے کو پورا کرے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلائے تو اسے فوراً آنا چاہیئے اگرچہ وہ تنور پر ہو(54)"

جس طرح عورت / بیوی کے حقوق مرد / شوہر پر لازم ہیں، بالکل اسی طرح مرد کے حقوق عورت پر لازم ہیں کیونکہ دونوں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں جب تک دونوں کو یکساں مواقع میسر نہ ہوں یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔ خوشحال اور پُر سکون زندگی تب ممکن ہے جب کسی معاشرے یا کنبے میں ایک فرد امور زندگی کا نگران اور مسؤل ہو جس کی فرمان برداری اور اطاعت اُس معاشرے یا خاندان پر ضروری ہو۔ پھر یہ بھی ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اُس نگران یا مسؤل میں اہلیت بھی ہو تاکہ کسی اختلاف کی صورت میں وہ مفید لائحہ عمل اختیار کر سکے۔ اسی وجہ سے اسلام نے بڑوں کے ادب، اطاعت اور احترام کا حکم دیا ہے۔

چوتھا مرحلہ:

اس مرحلے میں عورت ماں کی شکل اختیار کرتی ہے۔ وقتِ حمل سے لے کر ولادت اور پھر موت تک والدین عموما اور ماں خصوصا اولاد کی خاطر بے انتہاء قربانیاں دیتی ہے، اس وجہ سے اسلام میں والدین اور خصوصا ماں کے بڑے حقوق آئے ہیں۔ اُن کا درجہ سب سے بلند رکھا گیا ہے۔ اولاد کو اُن کے ساتھ احسان کے سلوک کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی دفعہ جہاں اللہ تعالی نے اپنی عبادت کرنے کا حکم فرمایا ہے وہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء اور سورۃ اسراء میں ارشاد ہے:

"وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (55)"

"اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو"

اور ارشاد ہے:

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا(56)"

اور جب والدین دونوں یا اُن میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں یا کمزور ہو جائیں تو اُن کی عموماً اور ماں کی خصوصاً رعایت رکھنی چاہیئے کیونکہ باپ کی بہ نسبت ماں بچوں کے لیے زیادہ تکالیف اور مشقت اُٹھاتی ہے۔ حمل کے وقت کی تکلیف، زچگی، دودھ پلانا، کھلانے پلانے کی خدمت، صفائی کے خیال رکھنے کی ترتیب اور محبت وشفقت روا رکھنے کا مرحلہ الغرض اولاد کے لیے ماں کی خدمات ناقابل فراموش ہوتی ہیں، ماں کی یہی تکالیف سہنے کے خاطر اسلام نے اُن کے ساتھ احسان کا حکم بار بار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

"اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے(57)"

اور ارشاد ہے:

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں(58)"

احادیث مبارکہ میں بھی والدین کے ساتھ عموماً اور والدہ کے ساتھ خصوصاً نیک برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ ہے[59]۔

تشریح میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

ماں کے لیے باپ کے مقابلے میں تین چوتھائی حسن سلوک کرنا چاہئیے کیونکہ ماں حمل، ولادت اور رضاعت کی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ باپ تربیت میں ماں کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ اسی طرف اللہ جل شانہ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے:"اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اورآخر کار دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے" یہاں وصیت میں دونوں (ماں باپ) کو ایک درجے میں ذکر فرمایا اور ماں کو اِن تین کاموں (حمل، وضع حمل اور رضاعت) میں خاص طور پر (الگ) ذکر فرمایا۔[60]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ماں بچے کے حسن سلوک کی زیادہ حق دار ہے اور (ماں باپ کے درمیان حقوق کی) مزاحمت کی وقت باپ کے مقابلے میں ماں حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے[61]۔

اور امام عیاض رحمہ اللہ کے قول کے مطابق:

"وقال عیاض وذھب الجمھور إلى أن الأم تفضل في البر على الأب[62]"

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حسن سلوک میں ماں کا مقام باپ سے زیادہ ہے۔

سنت نبوی ﷺ والدین کی نافرمانی کو "کبیرہ" سے تعبیر کرتی ہے بلکہ اُسے "اکبر الکبائر" کا نام دیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتایئے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی) سب سے بڑے گناہ ہیں (آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہیں ہوں گے۔[63]

ماں جیسی مقدس ہستی کی تو شان ہی کچھ اور ہے۔ جس ذات کے پاؤں تلے جنت ہو وہ کتنی بڑی شان والی ہو گی اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے اصول کتنے پیارے اور نرالے ہوں گے، حدیث سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں) اور باپ (کی نافرمانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، واجب حقوق کی (ادائیگی نہ کرنا اور) دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر (دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے[64]۔

دنیوی ضروریات میں اہم ضرورت نفقہ کی ہوتی ہے اس وجہ سے اسلام نے ماں کے خرچے کی ذمے داری (بالغ) بیٹوں پر رکھ دی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ:

"ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس مال ہے اور والد بھی ہیں اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :تم اور تمہارا مال تمہارے والد ہی کا ہے) یعنی ان کی خبر گیری تجھ پر لازم ہے (تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے تو تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ[65]"

حدیث میں جس طرح والد کے نفقے کا ذکر ہے بالکل اس طرح حکم ماں کے نفقے کا بھی ہے۔ ظاہر ہے جب تک والد (بیوی کا شوہر) زندہ ہو اور اُس کے پاس مال ہو تو اپنی بیوی کا نفقہ اُس پر واجب ہے اور جب وہ بوڑھا ہو جائے اور اُس کے ساتھ مال نہ ہو یا فوت ہو جائے تو پھر نفقہ بے شک بیٹے کے ذمے ہے۔ ایک حدیث میں تو صراحتاً ماں کے نفقے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم مدینہ آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے ہیں آپ فرما رہے ہیں: دینے والے کا ہاتھ اوپر والا ہے، اور پہلے انہیں دو جن کی کفالت و نگہداشت کی ذمہ داری تم پر ہو: پہلے اپنی ماں کو، پھر اپنے باپ کو، پھر اپنی بہن کو، پھر اپنے بھائی کو، پھر اپنے قریبی کو، پھر اس کے بعد کے قریبی کو[66]۔

ماں کے نفقے کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو جہاد جیسے اہم فریضے سے ماں کی خدمت کے واسطے روک دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ جنت چاہتے ہو تو وہ تمہارے ماں کے قدموں تلے ہے۔ نسائی کی روایت ہے کہ:

"جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور آپ کے پاس آپ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان سے (پوچھا: کیا تمہاری ماں موجود ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا" :انہیں کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ جنت ان کے دونوں قدموں کے نیچے ہے[67]"

ان چند احادیث سے عورت /بیوی /ماں کے حقوق اور اُن کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ذخیرے میں اس کے علاوہ بے شمار تعلیمات اِن کے حقوق کے بارے میں موجود ہیں۔ عورت چونکہ جسمانی اور ذہنی طور پر مرد سے کمزور ہوتی ہے اس وجہ سے ہر مشکل ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے اور عورت کو گھر کی ملکہ کی حیثیت دے کر آرام اور سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے۔ عورت کی ضروریات زندگی کی تمام صورتیں اور اُن کی رعایت رکھنا بھی مرد کے فرائض میں داخل ہیں۔

خلاصۃ البحث:

قرآن وحدیث میں ان کے بارے میں جو تعلیمات موجود ہیں اُن کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

1. ان کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے۔ یہ اُن پر کوئی احسان نہیں ہے۔
2. ان کے یہ حقوق اپنی اصل میں واقعیت رکھتے ہیں یہ کوئی خیالی تصورات نہیں۔
3. عورتوں کے یہ حقوق شریعت اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں دنیا کا کوئی مذہب یا قانون اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔
4. یہ حقوق ان کی زندگی کے تمام مراحل پر حاوی ہیں۔ یعنی ان کی ہر حیثیت کے متعلق ہیں، ان کی جسمانی حیثیت ہو یا نفسانی۔ زندگی کے ہر لمحے کے لیے ہیں۔

5. اپنے ان حقوق کا وہ خود مطالبہ کر سکتی ہیں اور اگر کوئی رکاوٹ آجائے تو عدالت سے رجوع کر کے بزور قانون یہ حقوق حاصل کر سکتی ہیں۔
6. اِنہیں حقوق کی ادائیگی ہی سے معاشرہ کی بقا ممکن ہے کیونکہ یہ حقوق صرف اُن کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے مفید ہیں۔

جب تک انہی اصولوں پر معاشرہ کاربند رہا، زندگی پُر امن، خوشحال اور پُر سکون رہی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور صالحین اُمّت کے مختلف زمانوں میں دنیا نے دیکھا۔ اپنے حقوق و فرائض کا اہتمام کر کے انہوں نے زندگی کا لطف اٹھایا تھا۔

نتائج البحث:

اسلامی تاریخ میں ہمیں مسلمان عورت عالمہ اور معلمہ بھی نظر آتی ہے جس کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے مرد و عورت سب آتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالی نے اُن میں ایسی عورتیں بھی پیدا فرمائی جن کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے امّت کے کبار علماء بھی تشریف لاتے تھے جیسا کہ سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی عالمہ پیدا نہیں ہوئی۔ صحابہ اور تابعین جیسے جلیل القدر حضرات اُن سے دینی مسائل پوچھنے آتے تھے[68]۔ اسی طرح میدان جہاد میں بھی اپنی ہی مرضی سے مسلمان عورت کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی، اُن کی تیمارداری حتّٰی کہ تلوار اٹھانے اور چلانے کے واقعات بھی تاریخ کا حصہ بن کر ہمیشہ کے لیے یادگار بن گئے ہیں۔ اس موقع پر انہوں نے ہر قسم کے حالات سے بے نیاز ہو کر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ سیدہ ام عمارہ[69] رضی اللہ عنہا وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ جو غزوہ احد، حدیبیہ، خیبر اور جنگ یمامہ میں شریک ہوئیں حتّٰی کہ جنگ یمامہ میں اُن کے ہاتھ مبارک بھی شہید ہوئے[70]۔ صحابیات کے بعد کے ادوار میں بھی دنیائے اسلام میں ایسی عورتیں آئیں جنھوں نے زندگی کے ہر شعبے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ دعوت، تعلیم و تعلم اور جہاد جیسے شعبے میں اُن کی شرکت آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ایک نیک اور صالح عورت معاشرے کے لیے وہ کچھ کر سکتی ہے جو کہ بعض مرد بھی نہیں کر سکتا۔ دنیائے اسلام میں صالح ماں کی تربیت کی بدولت ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جن سے دنیا کی ایک کثیر تعداد نے فیض حاصل کیا، ہزاروں لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ لاکھوں کی تعداد میں اُن کے شاگرد پیدا ہوئے۔ مثلاََ: امام شافعی رحمہ اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب، الہاشمی، الشافعی رحمہ اللہ ہے۔ فقہ اور حدیث کے امام گزرے ہیں۔ اِن کے والد اس وقت وفات پا گئے تھے جب یہ چھوٹے تھے ان کی والدہ ماجدہ نے ان کی تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کیا کہ وقت کے امام بن گئے۔[71] امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد، الذھلی، الشیبانی، المروزی، البغدادی رحمہ اللہ ہے۔ امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ فقہ کے امام تھے لاکھوں کی تعداد میں آج

بھی اُن کے متبعین دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ یہ بھی یتیم تھے والدہ ہی کی اچھی تربیت نے اُن سے اپنے وقت کا امام بنا دیا(72)۔ ان کے علاوہ بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں جس میں کسی عورت کی صحیح اور شرعی تربیت کی وجہ سے اُن کی اولاد میں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں، جن سے خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔ آج بھی اگر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق معاشرے کو چلانے کی کوشش کی جائے تو اُنہیں خطوط پر معاشرہ بہتری کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے۔

سفارشات و تجاویز:

جب معاشرہ اسلامی تعلیمات اور اسوہ نبوی ﷺ سے دور ہو رہ کر رہ گیا تو اُس میں طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں آ گئیں۔ اِن اعلیٰ اسلامی حقوق کے مقابلے میں جب عورت کو آزادی کے پُر فریب نعرے میں پھنسا دیا گیا تو وہ اسلام کے مقابل کھڑی ہو گئی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُن کے حقوق کا نہیں بلکہ اُن کے خرید و فروخت کا ایک غیر محسوس کاروبار شروع کیا گیا ہے۔ مغربی دنیا کے اس پُر فریب نعرے میں آ کر عورت نے اپنا مقام بھلا دیا ہے جو اُسے اسلام اور سنت نبوی ﷺ نے دیا تھا۔ جاہلیت کے زمانے کے ظلم اور زیادتی کو نئی شکل دے کر عورت کو ایک بار پھر ظلم و بربریت کے اندھیروں میں دھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغرب اور مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے کو سازش سمجھ کر اسلامی تعلیمات کو اُن کی اصل روح کے مطابق سمجھا جائے اور اُنہیں موجودہ اصطلاح میں پیش کر کے اُن کے فوائد کو سائنسی خطوط پر عام کیا جائے تاکہ عورت کے تقدس پر غیر محسوس طریقے پر حملہ آور اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

حوالہ جات

(1) البقرہ2:221

(2) طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالہ، طبع اول، 1420ھ-2000م، ج:4، ص:364

(3) کشمیری، محمد انور شاہ، فیض الباری علی صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، 1426ھ-2005م، ج:5، ص:419

(4) النساء4:34

(5) البقرۃ2:228

(6) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، الطاف اینڈ سنز، کراچی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1429ھ-2008م، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، رقم:893/

مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ،داراحیاء التراث العربی، بیروت،1415ھ/1994م،کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر والحث علیه،رقم4828

(7)الانبیاء22:21

(8)المؤمنون91:23

(9)النسا24:4

(10)النساء25:4

(11)النساء35:4

(12) محمد نجیب توفیق حسن،اضواء علی الرعایة الاجتماعیة فی الاسلام وارتباط الخدمة الاجتماعیة بھابنائیاوظیفیا، مکتبة الانجلو المصریہ،القاہرہ،1984ء،ص:267

(13) صقر، شیخ عطیہ،موسوعة الاسرة تحت رعایة الاسلام، مکتبہ وھبة القاھرہ،1424ھ،ج:2،ص:343تا349

(14) وھبة الزحیلی،الفقہ الاسلامی وادلتہ،دارالفکر دمشق، طبع ثانیہ،1405ھ،ج:8،ص:290تا294

(15) النساء11:4

(16) النساء38:4

(17) النور2:24

(18) النساء1:4

(19) الحجرات13:49

(20) النحل97:16

(21) النساء124:4

(22) الاحزاب35:33

(23) الممتحنہ12:60

(24) صحیح بخاری،کتاب فی الاستقراض، باب مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ،رقم:2408، صحیح مسلم،کتاب الاقضیة،باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة،رقم:4580

[25] نووی، یحی بن شرف، شرح النووی علی صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ، باب النهي عن كثرة السؤال، ج:6، ص145

[26] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ، بیروت1379ھ، ج:10، ص:407

[27] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ، دارالکتاب العلمیہ بیروت، کتاب الاضاحي، باب الاذان في اذن المولود، رقم:1516

[28] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح، رقم5727

[29] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح، رقم5732

[30] صحیح بخاری، کتاب الزكاة، باب اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ، رقم:1418/ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل الاحسان الى البنات، رقم:6862

[31] صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلاَةِ، رقم:516/ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب جواز حمل الصبيان في الصلوٰة، رقم:1240

[32] صحیح بخاری، کتاب العتق، باب الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ، رقم2547

[33] ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داوٗد، مکتبۃ العصریہ، بیروت، 1414ھ/1993ء، کتاب النكاح، باب لانكاح الا بولي، رقم:2087

[34] صحیح بخاری، کتاب النكاح، باب لاَ يُنْكِحُ الأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلاَّ بِرِضَاهَا، رقم:5136/ صحیح مسلم، کتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، رقم:3538

[35] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں (باکرہ، ثیبہ) کو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار ہے اس میں ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : لَا يُشْتَرَطُ فِي الثَّيِّبِ وَلَا فِي الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ ، بَلْ لَهَا أَنْ تُزَوِّجَ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا۔ النووی، ج:5، ص:123

[36] حدیث میں ہے: الأيم أحق بنفسها (كتاب النكاح، باب ما جاء في استئمار البكر والثيب، رقم:1108) شوہر دیدہ (عورت اپنے آپ پر اپنے ولی سے زیادہ استحقاق رکھتی ہے)" اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثیبہ پر اکراہ نہیں ہے۔

[37] صحیح بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء. باب خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَذُرِّيَّتِهِ، رقم:3331/ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب وصية النساء۔ رقم:3719

[38] ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ، بیروت1379ھ، ج:9، ص:254

[39] نفس مصدر

(40) سنن ترمذی،کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ،رقم:3895

(41) صحیح بخاری،کتاب الادب، باب مَا جَاءَ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ وَيْلَكَ،رقم:6161 / صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب فِي رَحْمَةِ النَّبِيِّ –صلى الله عليه وسلم– لِلنِّسَاءِ وَأَمْرِ السُّوَّاقِ مَطَايَاهُنَّ بِالرِّفْقِ بِهِنَّ،رقم:6180

(42) النساء:34

(43) قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، 1384ھ، ج:5، ص:169،168

(44) سنن ابوداؤد،کتاب النکاح، باب في حق المراة على زوجها،رقم:2144

(45) صحیح بخاری،کتاب النکاح، باب المداراة مع النساء،رقم:5184

(46) صحیح بخاری،کتاب النکاح، باب مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ ،رقم:5204

(47) صحیح بخاری،کتاب النکاح، باب لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ،رقم:5199 / صحیح مسلم،کتاب الصیام، باب النهي عن صوم الدهر،رقم:2795

(48) یہ ابن بطال رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(49) صحیح مسلم،کتاب صلوة العیدین، باب الرخصة في اللعب الذي لامعصية فيه في ايام العيد،رقم:2101

(50) صحیح بخاری،کتاب النکاح، باب الغيرة،رقم:5224

(51) صحیح بخاری،کتاب النفقات، باب حفظ المرأة زوجها في ذات يده والنفقة،رقم:5365

(52) سنن ترمذی،ابواب الصلوة، باب فيمن ام قوما وهم له كارهون،رقم:359

(53) صحیح بخاری،کتاب النکاح، باب لاَ تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لأَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِهِ،رقم:5195

(54) سنن ترمذی،کتاب الرضاع، باب حق الزوج على المرءة،رقم:1160

(55) النساء36:4

(56) الاسراء23:17

(57) لقمان14:31

(58) الاحقاف15:46

(59) صحیح بخاری،کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة،رقم:5971/ صحیح مسلم،کتاب البرو الصلة والادب، باب بر الوالدين وانهما احق به،رقم:6664

(60) فتح الباری،ج:10،ص:402

(61) فتح الباری،ج:10،ص:402

(62) فتح الباری۔ج:10،ص:402

(63) صحیح بخاری،کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، رقم:5976 / صحیح مسلم،کتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم:269

(64) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، رقم:5975 / صحیح مسلم،کتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم:4580

(65) سنن ابوداؤد،کتاب الاجارة، باب في الرجل ياكل من مال ولده،رقم3532

(66) نسائی، احمد بن شعیب بن علی، سنن نسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام،1406ھ،کتاب الزكوة، باب ايتهما اليد العليا،رقم:2532

(67) سنن نسائی،کتاب الجهاد، باب الرخصة في التخلف لمن له والدة،رقم:3104

(68) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،1415ھ /1994ء،ج:8،ص:17،18

(69) نسیبہ بنت کعب، انصاریہ، بنو نجار سے تعلق رکھنے والی صحابیہ ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں اسلام لائیں۔ الاصابہ،ج:8،ص:180

(70) نفس مصدر

(71) ذھبی، محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، دار الحدیث، قاہرہ،1427ھ /2006ء،ج:10،ص:6

(72) سیر اعلام النبلاء،ج:11،ص:179

References

1. *Al Qurān Al Karīm*
2. *Ṭibarī, Muḥmmad bin Jarīr, Jāmi' al Bayān Fī T'awīl al Qurān, Nāshir: Mo'assasah al Risālah, 1st Edition 1420ah*

3. *Kashmīrī, Muḥmmad Anwar Shāh, Fayḍ al Bārī 'Alā Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1st Edition, 1426ah*
4. *Bukhārī, Muḥmmad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ ak Bukhāarī, Nāshir: Alṭāf and Suns, Dār al Fikr lil Ṭabā'ah wal Nashr wal Tawzī', 1429ah*
5. *Muslim bin Ḥajjāj, Ṣaḥiḥ Muslim, Nāshir: Dār Iḥyā' al Turāth al Arabī, Beirūt, 1415ah/1994ac*
6. *Muḥmmad Najīb Tawfīq Ḥasan, Aḍwā', 'Alā al Ri'āyah al Ijtimā'iyyah Fī al Islām wa Irtibāṭ al Khidmah al Ijtimā'iyyah Bihā Banā'iyyan wawa Ẓīfiyyan, Nāshir: Maktabah al Injlū al Miṣriyyah, Cairo 1984ac*
7. *Ṣsaqar, Shaykh 'Aṭiyyah, Mawsū'Aḥmad al Usrah Taḥt ri'āyah al Islām, Nāshir: Maktabah wahbah Cairo, 1424ah*
8. *Wahbah al Zuḥaylī, al Fiqh al Islāmī wa Adillatuhū, Nāshir: Dār al Fikr Dimshq, 2nd Edition, 1405ah*
9. *Nawawī, Yaḥyā, bin Sharaf, Sharḥ al Nawawī 'alā Ṣaḥīḥ Muslim, Nāshir: Dār Iḥyā' al Turāth al Arabī, Beirūt, 2nd Edition, 1392ah*
10. *Ibn Ḥajar 'Asqalānī, Aḥmad bin 'Alī, Fatḥ al Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Nāshir: Dār al Ma'rifah, Beirūt, 1379ah*
11. *Tirmidhi, Muḥammd bin Esā, Sunan Tirmidhi, Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah*
12. *Abū Dāwūd, Sulimān bin Ash'ath, Sunan Abū Dāwūd, Nāshir: Maktabah al Aṣriyyaa, Beirūt, 1414ah/1993ac*
13. *Qurtabī, Muḥmmad bin Aḥmad, Al Jāmi' li Aḥkām al Qurān, (Ciara: Dār al Kutub al Miṣiyyah, 1384ah*
14. *Nisā,ī, Aḥmad bin Shu'ayb, Sunan Nisā,ī, Nāshir: Maktab al Maṭbū'āt al Islāmiyyah, Ḥalab, Shām, 1406ah*
15. *Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Siyar A'lām al Nubalā', Nāshir: Cairo: Dār al Ḥadīth, 1427ah*